

تذکرہ حجت الاسلام مولانا نانوتوی

مولانا محمد جبیل علم چشتی

حجت الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ کی ذات ستودہ صفات میں فطرت کی طرف سے جو اوصاف و کمالات ودیوت کئے گئے تھے انہوں نے خلق خدا کو ان کا گرویدہ بنا دیا تھا، جو بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اپنے مذاق کے مطابق اپنے حوصلہ و ظرف کے بقدر سائنہ اٹھاتا تھا اور ان کی ذات قدسی صفات کا دالہ و شہید ہوا جاتا تھا۔ ایسی ہی مستفیدین میں ایک بزرگ محمد حسین بن محمد مسعود مراد آبادی تھے۔ یہ سیدانانت علی حسینی چشتی المتوفی ۱۲۳۳ھ کے مخلص مرید تھے۔

انہیں بزرگوں سے بڑی عقیدت تھی اور ان کے حالات کی بڑی جستجو تھی جب کہیں حضرت نانوتوی کا مراد آباد یا بہرہلی میں ورود مسعود ہوتا یہ خدمت میں ہرگز حاضر ہوجاتے اور حضرت نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ کے علوم و معارف سے بہرہ مند ہوتے تھے۔

انہوں نے ۱۲۳۳ھ میں بزرگان دین کا ایک تذکرہ فارسی زبان میں لکھنا شروع کیا تھا جو کم بیش چار سال کی مدت میں پایہ تکمیل کو پہنچا تھا، اس کا نام انوار العارین ہے یہ ۱۲۴۶ھ میں مبع لول کشور کفرت سے شائع ہوا تھا، اب نہیں ملتا ہے۔۔۔ یہ تذکرہ مختصر جامع اور مفید ہے۔ اس میں موصوف نے چار مشہور قوالوں کے بزرگوں کا حال لکھ کر دیا ہے اور ان کے بحال بھی لکھا ہے ان کو انہوں نے دیکھا تھا۔ اس کتاب میں چشتیہ صابریہ سلسلہ کے بزرگوں کے تذکرے میں حضرت نانوتوی سے بعض بڑی اہم اور بہارت مفید معلومات

نقل کی ہیں۔ چنانچہ شاہ عبدالرحیم چشتی اقلانی سہارنپوری شہید سالک کے ذکر سے
رقمہ لکھی ہیں۔

بیعت پہلو باجناب سید احمد صاحب	شاہ عبدالرحیم نے حضرت سید صاحب
کردند حضرت حاجی مولوی محمد قاسم	کے دست حق پرست پر بیعت پہلو
صاحب در مجلس بار اقم نقل ہی فرمودند	کی حضرت حاجی مولوی محمد قاسم
کہ چہل ہر دو ذرات بابرکات بعد	صاحب نے راقم سے ایک مجلس میں
فراخ مراتبہ یا ہم ہی نشستند اثر	بیان فرمایا کہ مراقبہ سے فارغ ہونے
ہمت قویہ ایشان بر جناب سید احمد	کے بعد جب دونوں حضرات بیٹھے تو
صاحب خندہ ہائے قہقہہ کہ خاص	ان کی نسبت قویہ کے اثر سے حضرت
اثر نسبت چشتیہ است ظاہری شد	سید احمد صاحب پر قہقہہ کی صورت
دائر تو جو جناب سید پر ایشان علیہ	میں نسبت چشتیہ ظاہر ہوئی یا وہ
سکر روی داد رمتہ اللہ علیہم سلم	حضرت سید صاحب کی توجہ کے اثر
دہم مولوی صاحب موصوفت بار اقم	سے ان پر غلبہ سکر نمایاں ہوا تھا
و یاد دوسہ از اہل علم نقل ہی فرمودند	رحمتہ اللہ علیہم نیز مولوی صاحب
کہ عبداللہ خان رئیس پنجلا سا مرید	موصوفت نے راقم اور دو تین اہل علم
عقیدت کیش شاہ رحم علی قدس سرہ	سے بیان فرمایا تھا کہ عبداللہ خان
برائے دوزخ قند سیاہ دم می کتد	رئیس پنجلا سر جو شاہ رحم علی قدس سرہ
دقبل از تولد مولود کہ پسر خواہد آمد	کے عقیدت کیش مرید تھے دوزخ
یا دختر فہری دادند چون کیفیت آن	کے سلسلہ میں گروہم کہ کے دیگر

نے مولانا سید عبدالحی حسنی لکھنوی نے شاہ عبدالرحیم دہلوی کا ذکر نیز انوار ص ۳۷ میں
انوار العارین کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ لیکن اس بات کو نظر انداز کر دیا ہے۔

غیر از دوسے ہی پر سید ندوی گفتند کہ
کہ مرشد من مرا صورت دختر و پسر معانہ
می کنا نند راقسم دے را دیدہ بود مرد
بزرگ و خوش اوقات بودند از تیر تا تفر
ارواح بزرگان در عالم مثال ثابت
می شد کہ صورت مثالیہ را معانہ می
کنا نندیشہ

تھے اود ولادت سے پہلے ہی بتلا
دیا کرتے تھے کہ لڑکا پیدا ہوگا یا لڑکی؟
ان سے جب اس پیشگی اطلاع دینے
کی کیفیت دریافت کی جاتی تو فرماتے
کہ میرے مرشد لڑکے یا لڑکی کی صورت
میرے سامنے کر دیتے ہیں راقم نے
بھی موصوف کی زیارت کی ہے وہ ایک
خوش اوقات مرد بزرگ تھے اس سے
ارواح بزرگان کا تصرف بھی ثابت
ہو تلپے کہ یہ حضرات عالم مثال میں
مثالی صورتیں دکھاسکتے ہیں۔

اور اسی طرح حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کی رحمتہ اللہ علیہ کے تذکرے میں حضرت
نانوتوی سے نقل ہیں۔

حاجی مولوی محمد قاسم صاحب ایک شخص
کافیان راقم سے نقل فرماتے ہیں کہ انہوں
نے حاجی امداد اللہ صاحب کو خواب
میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ
جہ پینے ہوئے دیکھا جو لہاری اود
جلال آباد میں موجود ہے جس کی تعمیر
ظاہر ہے کہ موصوف لباس شریعت

حاجی مولوی محمد قاسم صاحب با راقسم
نقل فرمودند کہ شہسے گفت کہ جبہ آن
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ در لباسی
و جلال آباد است حاجی امداد اللہ صاحب
لا پو مشیدہ بخواب دیدم تعبیر آن
پر ظاہر است کہ ایشان بلباس شریعت
و آداب طریقت آراستہ و پیراستہ

اندوٹالیاں رہا تھا سنت و
 علوم شریعت و آداب طریقت
 تعلیم و تلقین می فرماید و خدمت
 خود از عالم سید رواندارند و
 از کسر نفسی خود تعلیم ظاہری
 از مریداں نہ پسندند و بتقسیم
 باطن امر فرماید۔

ادب آداب طریقت سے آراستہ
 پیراستہ ہیں اور سالکین کو سنت اور
 علوم شریعت اور آداب طریقت
 کے اتباع کی تعلیم و تلقین فرماتے ہیں
 اور کسی عالم یا سید سے اپنی خدمت
 لینا پسند نہیں فرماتے اور اپنی کسر
 نفسی کی وجہ سے مریدوں کو باقاعدہ
 ظاہری تعلیم دینا بھی پسند نہیں فرماتے
 بلکہ انہیں بالطنی تنظیم کا حکم فرماتے ہیں

محمد حسین مراد آبادیؒ نے چشتیہ صابریہ سلسلہ کے بزرگوں میں حضرت نانوتویؒ کا بھی تذکرہ
 کیا ہے یہ تذکرہ اگرچہ نہایت مختصر ہے لیکن اس میں تذکرہ نگار نے حجۃ الاسلام کی سیرت
 کے کسی پہلو کو نظر انداز نہیں کیا اور موصوف کے عادات و اطوار گفتار و کردار، علم و فضل
 کلمات ظاہری و باطنی سب ہی پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔

اس مختصر تذکرہ سے حضرت ممدوح کی زندگی کے بعض ایسے معنی گوشے بھی سامنے آتے
 ہیں جن کے ذکر سے حضرت نانوتویؒ کی جنیم سوانح عمریاں بھی یکسر خالی ہیں اور اس اعتبار سے
 ان کی سیرت پر یہ ایک نہایت جامع بڑا بصیرت افروز اور بہت ہی حقیقت پسندانہ نمبرہ
 ہے اور یہ اس امر کا شاہد عدل ہے کہ جب حضرت نانوتویؒ کا کاروان عمر چونتیسویں منزل
 طے کر رہا تھا حضرت موصوف کا شمار کبار علماء ہی میں نہیں بلکہ اس دور کے کبار اولیاء اللہ
 کے زمرہ میں بھی ہونے لگا تھا۔ اس تذکرہ میں حضرت نانوتویؒ کی سیرت کے جن پہلوؤں پر

محمد حسین مرحوم نے چشتیہ صابریہ سلسلہ کے سب ہی بزرگوں کا انوار العارفین میں تذکرہ
 کیا ہے لیکن تعجب ہے کہ حضرت گنگوہیؒ کا تذکرہ ان سے رہ گیا۔

محمد بن مراد آبادی نے روشنی ڈالی ہے وہ ایک غیر جاہل راہ بیان ہونے کی وجہ سے عمومی توجہ کا مستحق ہے اس سے تذکرہ نگار کی فراست و بصیرت اور حق پسندی اور سادست گفتاری پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

یہ تذکرہ اس لحاظ سے کہ حضرت نالوتویؒ کی حیات ہی میں چھپا تھا، خصوصاً اہمیت کا حامل ہے حضرت نالوتویؒ پر کام کا سلسلہ جاری ہے بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور بہت کچھ لکھا جانا باقی ہے۔

ہمارے اس مضمون سے اب حضرت نالوتویؒ کی سوانح و سیرت کے ماخذوں میں دو اور تدبیر تر ماخذوں کا اضافہ ہوا تاکہ اسے اولیوں بنیادی ماخذوں کی تعداد دس جب کہ سوانح قادی کے مقدمہ میں حضرت قاری طیب صاحب زید مجدہم نے بیان کیا ہے، کے بجائے بارہ تک پہنچ جاتی ہے جن میں ادبیت کاشف اسے محضرت سے تذکرہ کو حاصل ہے۔

افسوس ہے کہ آجک تذکرہ نگاروں کی نگاہ اس نادر تذکرہ کی طرف نہیں گئی۔ اب پہلی مرتبہ اس تذکرہ سے حضرت نالوتویؒ کے حالات نقل کر کے پیش کئے جا رہے ہیں، امید ہے کہ محمد حسین مراد آبادی نے حضرت نالوتویؒ پر جو کچھ لکھا ہے اس کو دلچسپی سے پڑھا جائے گا۔ موصوفت لکھتے ہیں

ذکر حضرت مولوی محمد قاسم صاحب

حضرت موصوفت ہاجریت اللہ	دے حضرت حاجی خانہ خدا و زائر روضہ
اور زائر روضہ رسول اللہ ہیں اور	رسول اللہ اندوا زوئمانے شیوخ صدیقی
قبیہ نالوتہ کے صدیقی رولسے	قبیہ نالوتہ ہر تند عالم اندتلی و ربانی و
شیوخ میں سے ہیں عالم تعلق ربانی	حقانی و واقف اسرار شریعت و طریقت
و حقلی ہیں اور واقف اسرار	اند و قول و فعل وے بے ریا و بے
شریعت و طریقت ہیں ان کا	تضع است و معرمن از دنیا دلرباب
قول و عمل نائش و تضع سے پاک	آن یا وجود اہل و عیال آزادانہ و مجرورانہ
ہوئے وہ دنیا اور اہل نیا	گمراہی کنند و بقدر حاجت ضروری

دیوبند کا یہ خود مقرر ہی نہایت
ولباس مولویانہ و مشائخانہ نجی
دارتدو بالکلفت آشنا مقلد
مذہب حنفیہ اندونیز مشرب
چشتیہ ہشتیہ واجازت تعلیم علم
باطن برحیہ بطرق از حضرت
علی امداد اللہ سلمہ اللہ وسند
حدیث از شاہ عبدالغنی مجددی
عی دارتدو مانند محققان و عارفان
در میان سخن حقائق و معارف
دور اثبات و وجودی کلام می گویند
دیر شہود توجید شہودی انکار
ندارند دور اکثر اوقات دور
شغل تنزیہ و تشبیہ خود را
مشغول می دارند و سماع غلبہ
مرا میرا کہ بطریق امور اتفاقیہ
پیش می آید انکار ندارد از ایشان
پرسیدم کہ در طریقہ حضرات جتیب
غلبہ چشتیہ است فرمودند
کہ آن از حضرت شاہ عبدالباری
رسیدہ است وقتے مراد آباد
بتکلیف خان صاحب شیر علی

سے کنارہ کش رہتے ہیں عیب اللہ
ہونے کے باوجود آزادانہ اور مجرمانہ
زندگی گزارتے ہیں اور ضرورت کے
مطابق ہی دنیا کے کام کرتے ہیں۔
اور مولویانہ اور مشائخانہ لباس استعمال
نہیں کرتے بلکہ سادہ اور بے تکلف
رہتے ہیں حنفی مذہب کی تقلید
کرتے ہیں اور چشتیہ ہشتیہ
مشرب رکھتے ہیں اور چاروں سلسلوں
کی اجازت حاجی امداد اللہ سلمہ اللہ سے
اور سند حدیث حضرت شاہ
عبدالغنی مجددی سے رکھتے ہیں اور
محقق عارفین کی طرح حقائق و معارف
بیان کرتے ہیں اور توجید و جہودی کے
اثبات میں کلام کرتے ہیں اور توجید
شہودی کے مشاہدے سے بھی منکر نہیں
ہیں اور اکثر تنزیہ و تشبیہ کے
شغل میں خود کو مشغول رکھتے ہیں
اداکیں بلا منرا میر سماع کی اتفاقیہ
نوبت پیش آجائے تو انکار نہیں
فرماتے ہیں نے موصوفت سے ایک
مرجہ دریافت کیا کہ آپ حضرات

تشریف آوردند و نیز بر مکان
خانصاحب موصوف فروکش شدند
روزے خانصاحب بار اقم نقل
کردند کہ تو ال پے مزامیر غنری
گفت شنیدند و گرم شدند چون نظر
ایشان بر بعضے ناواقفان از حال
و اسرار عارفان و بے خبران
دید عانتھاں کہ در اینجا حاضر بود افاضاً
فرمودند کہ تاثیر ہر کس اشکے وار
دمن اہل آن نیستم، انتہی آرسے
اخوان زمان و مکان دواں شرط
است و باقی شروط آن در کتب
قوم مرقوم است۔

سلمہ اللہ تعالیٰ

(صفحہ ۵۲۲)

میں چشتیت کا غلبہ رہتا ہے؟
فرمایا ہاں یہ حضرت شاہ
عبدالباری کا اثر ہے۔
ایک دفعہ شیر علی خانصاحب کی
عیادت کے سلسلہ میں مراد آباد
تشریف لے جانا ہوا۔ ایک روز
کا واقعہ خانصاحب راقم سے
نقل فرماتے تھے کہ ایک تو ال نے
بغیر مزامیر کے غنری چھیڑ دی سنکر
جوش میں آئے لیکن جب بعض
ایسے لوگوں پر نظر پڑی جو اہل
معرفت کے حال سے ناواقف
اور عشاق کے درد سے بے خبر
دعاں موجود تھے تو فرماتے لگے ہر
شخص کی تاثیر میں ایک اثر ہوتا
ہے لیکن میں اس کا اہل نہیں ہوں
اخوان زمان و مکان کا ہونا سماج
میں شرط ہے ادب باقی شروط
سماج صوفیاء کی کتابوں میں
لکھی ہوئی ہیں۔

سلمہ اللہ تعالیٰ

(صفحہ ۵۲۲)

اسی طرح حضرت نالوتوی کے تینا زمندوں میں سے ایک بزرگ حافظ عبدالمجید
 جعفیہانوی بھی تھے انہوں نے ۱۸۸۸ء میں جو حضرت نالوتوی کا سال وفات ہے ایک کتاب
 فارسی میں سفینہ رحمانی لکھی تھی جو ۱۸۸۲ء میں مطبع لول کشور کھنڈ سے شائع ہوئی تھی۔
 نہیں ملتی ہے اس کے سفینہ دوی میں درویشان سعادت پیروہ کا تذکرہ ہے اس باب
 میں مرگ یاران کے زیر عنوان سب سے پہلے حجتہ الاسلام مولانا محمد قاسم نالوتوی کا تذکرہ
 کیا ہے جس میں ان کا اہم تلم رکھنے ہی کو نہیں کہتا، تذکرہ کیلئے۔ رنگین تشریح
 مرثیہ لکھا ہے۔ اور خوب لکھا ہے پڑھیے اور لطف سیب لکھیے۔ فرماتے ہیں۔

پانزدہم اپریل ۱۸۸۸ء چھ روز	۱۵ اپریل ۱۸۸۸ء کا دن بھی کس
قیامت و حشت بارامت کہ	قدر و حشت بار قیامت کا دن نکلا اور
رد نمود چہ ہنگامہ عشر سینہ محمد	کیا سینہ نگار ہنگامہ عشر پیا ہوا یعنی
است کہ پیش آمد اعمی محب	دلخواہ دوست اور سرمایہ اعزاز
دلخواہ سرمایہ اعزاز و امتیاز	افتخار امام الاتقیاء سرتاج ففلائے
امام الاتقیاء سراج العلماء	زمانہ تاج دین و ایمان کا گوہر و نشان
سرتاج ففلائے زمانہ نشان	مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم و مغفور
گوہر اکلیل دین و ایمان مولوی	اس سرا بگاہ دنیا سے جنت المادوی
محمد قاسم صاحب مرحوم و مغفور	کی طرف روانہ ہو گئے اور ہمارے
ازیں سرا بگاہ بجننت المادوی	دلوں کو نشتر غم سے زخمی کر گئے آپ
شستا قدر ددل مارا از نشتر آید	کی زندگی کے نورانی چہرہ کا نقاب
بشا قدر و نقاب خفا آمدن	میں چھپ جاتا حقیقت یہ ہے کہ
درین چہرہ نورانی حیات	زاہدوں و عابدوں عالموں اور حکیموں
شان در حقیقت نور دیدن مصف	کی صفوں کا پلٹ جاتا ہے آپ کا
زاہدان و عابدان و علماء	اس غم آگین و سوسہ گاہ سے گزر جانا

دعکراست و گزشتن از شان
 انیس و سوس گاہ حرن آگین رفتن
 قافلہ سعادت منان و ریاضت
 گزایان تابان دل خورشید سیاست
 سبحان اللہ چہ عالم باعمل ستودہ منش
 گزیدہ طبع عظیم الشان ممدوح عالم
 و عالمیان بود کہ در علوم ظاہر رشک
 قدما و سلف و تازہ بہار حلقستان
 تقدس و ہر گونہ معلومات خلعت بود
 دل در پہلو اچھو آفتاب روشن و
 درخشاں داشتند کہ انوار اسرار
 الہیہ و راز مخفیہ بر آن تابان بود۔
 و رموز بہائی را بہ بلاغت و فصاحت
 بیان می فرمودند کہ خواہم بہ انک
 تقریر بر چاشنی از نمیدگی چیدند
 و بہرہ یاب از غوامض کہ نہ دراز
 و قیقت می شدند آئینہ دلش نمونہ
 قدرت و توانائی کبریاے بود کہ
 مورد ہمہ اسرار باطنی نور از علوی
 دوان جلوہ افزائے شہود بود۔ و
 گنجینہ سیدہ پاکش خزانہ جواہر
 زداہر نعمائے ایزدی و دقتیہ لاہوتی

در اصل سعادت مند مرتاض روشن
 ضمیر اور آفتاب سیما بزرگوں
 کے قافلہ کا گذر جانتے ہے۔
 سبحان اللہ کیسے عالم باعمل پاکیزہ
 طینت، برگزیدہ طبیعت بلند
 رتبہ سارے جہان کا ممدوح
 علوم ظاہریہ میں متقدّمین سلف
 کے لئے باعث رشک اور گلستان
 تقدس کی تازہ بہار اور خلعت
 کی ہر طرح کی معلومات کا حامل
 تھے پہلو میں دل آفتاب کی طرح
 روشن اور درخشاں رکھتے تھے
 کہ اسرار الہیہ کے انوار اور مخفی
 راز آپ پر ہویدا تھے۔ اور
 راز یاے بہائی فصاحت و بلاغت
 کے ساتھ اس طرح بیان
 فرماتے تھے کہ عوام بھی تھوڑی
 سی تقریر کی روشنی سے سمجھ
 کی روشنی کا مزہ چاہتے تھے۔
 ادب پرانی گہری باتوں اور دقیق
 نازوں سے بہرہ یاب ہوجاتے
 تھے آپ کا آئینہ دل اللہ کی قدرت

بے بہا ضیائے عطیہ آسمانی
 بود۔ ذات ملکی صفا تش
 سرا پا نور اسلام کہ در پردہ
 صورت انسانی روشنی
 یافتہ، حیات تقدس سائش
 شعلہ دین و ایمان بود کہ خورشید
 آسا بر سر جہاں و جہا نیاں
 تافتہ تابش فیض از زمین
 تا فلک الافلاک درخشید و
 بارش سحر منش گلزار درج
 و انقار امطر و بیتاں گردانید
 از جوش دریائے علوم گونا
 گونش دشت پر خار و جبل
 نادانی بسدل بچمنستان
 سعادت و تقوی گردید و از
 خروش عیان علم بو قلمرو نش
 دادی پاؤنگار سور خلقی و جنش
 باطنی از مغز ہستی ناپدید گشتہ
 گلستان شاداب ہمیشہ بہار
 تہذیب و شائستگی و زندہ و
 روانی شدہ۔
 از وہاں یوم آہنا حال دل

دو توائی کا ایک نمود تھا کہ سارے
 اسرار باطنی اور بلا ز علوی جس میں
 جلوہ گر رہتے ہیں۔
 اور آپ کا سینہ پاک کا گنجینہ
 اللہ کی نعمتوں کے قیمتی جواہر کا خزانہ
 اور بیش قیمت موتیوں اور آسمانی
 روشن عطیہ کا دہشتہ تھائی الخفیف
 آپ کی فرشتہ خصلت اور سراپا
 نور اسلام ذات انسانی صورت
 میں جلوہ گر ہوئی تھی ان کی تقدس
 مآب زندگی دین و ایمان کے لئے
 ایک شعاع تھی، جو سورج کی طرح
 دنیا اور اہل دنیا پر روشن ہوئی تھی
 اور ان کے فیض کی تابانی سے زمین
 سے نیکر فلک الافلاک چمک اٹھے
 اور ان کی بزرگی کی بارش نے زہد
 تقوی کے باغ کو سیراب کر دیا ہے
 آپ کے گونا گوں علوم کے دریائوں
 روانی سے جہالت و نادانی کا ڈھل
 پر خار، سعادت و تقوی کے چمنستان
 میں تبدیل ہو گیا ہے اور ان کے
 بو قلموں دریائے علم کے جوش سے

۳۱ چہ گویم کہ تو انم گفت دعائے
 الم سینہ خراش را در سلک گفت
 کے، بیچ تو انم سفت، گروه زہد
 تقویٰ و دوطور یا مت، مانند ارات
 کیشان را سخ الاعتقاد، حاشیہ نشین
 حلقہ مطاعت ادب و گروه سعادت
 کوئی دالہی و طہارات و بی و دنیوی
 و تزکیہ و تنزیہ غلی و علی مانند خلوان
 جان شار و مریدان خوش انقیاد بساط
 بوس، بزم عقیدت ادب و اندین مد
 پاکش گلشن ایمان نقارت و سیرالی
 می یافت داند نور جبین میش خیلے
 آفتاب اسلامی تافت ہر کہ اور اوید
 بدل و جان احکام اسلام و تہذیب و کتب
 تقویٰ و طیلسان صداقت پوشیہ
 سیکے از مریدان ارادت پناہ و عقیدت
 مندان صداقت و سنگاہ اعمال
 صالحہ و کرمہار پندیدہ است کہ ہر
 حصول شرف و ابرین و اتقباس انوار
 طہیات کو جبین بیعت صادقہ
 پاکش کرمہ پیوستہ پا بوس
 ملازمت می مانند حضور دالہی را

بد خلقی اور خدمت باطنی کی پرچار
 دادی صفحہ آہستی سے نیت د
 تا بود ہو کر تہذیب و شائستگی کا
 سدا بہار شاداب بہارین گئی ہے
 ان کی وفات کے وقت سے حال
 دل کیا کہوں کیا ہے؟ کچھ کہا نہیں
 جاتا اور سینہ خواش غم کے دالوں
 کو کسی بھیج سے بھی گفت نام کی گئی
 ہیں پرویا نہیں جاسکتا زہد و تقویٰ
 پر سیر جگنا اور مر تاض بزرگ نے
 بھی اطمینانوں اور نچتہ اعتقاد
 دالوں کی طرح ان کے حلقہ اطاعت
 میں کفارہ نشین سہتے تھے دین
 دنیا کی سعادت سے بہرہ
 مند ظاہری و باطنی طہارت سے
 آراستہ تزکیہ و تنزیہ سے
 بہرہ مند جماعت جان نثار خادم
 اور طاعت شعار مریدوں کی
 طرح ان کی بزم عقیدت کے
 زین بوس رہتی تھی ان کے تہذیب
 پاک کے دیدار سے گلشن ایمان
 تروتازہ ہوتا اور سیرالی حاصل کرتا

اعزاز و مہمانت خودی نہلاشت
 پیدا است کہ از پدر و کردون صفت
 ہستی مولوی اقلیم علم و عمل و کثرت
 زہد و تقویٰ بے فرمان فرما ویران
 شد و ہریک اذ آہنا فاتحہ رخصت
 خواندہ را ہی لامکان شد
 یارب چہ ملائکان و ساکنان
 ملا اعلیٰ را ضرورت تعلیم ایمان
 و اسلام بود کہ برائے رہنمائی دہد آت
 ایشان این بھر معرفت ز خواندہ
 یارب چہ منبر و عطا فرود سیاں
 از تاج بر منبر گو فرزند
 زبان غالی بود کہ این کار ہر
 بل برآن نشانند یارب چہ بالائے
 شینان و فرشتگان چہ آواز
 شنیدن لقریب و پندیر
 عالم پاک گوہر را از فرسب
 جدا کردہ با عرشیاں اور پناہ جلیب
 بخشیدند یارب چہ ملائکہ طوی
 عشق تحقیق عوامض عرفان بکوش
 آمدہ بود کہ پیاس خاطر آہنسا این
 مہر بہر فضل و کمال لا از نرم دینما

تھا اور ان کے روشن جبین کے سے
 آفتاب اسلام کی منید روشن ہو
 جاتی تھی جس نے ان کو دیکھ لیا اس
 نے دل و جان سے اسلامی احکام
 قبول کر لئے اور لباس تقویٰ اور
 صداقت پہن لیا جو شرف دارین
 کے حصول اور دونوں جہان کے
 انوار طیب سے منور ہونے کے لئے
 آپ کے دست پاک پر سچی
 بیعت کر کے ہمیشہ پالوس ملازمت
 رہتا ہے اور دعوائی حق کو اپنے
 لئے اعزاز و افتخار سمجھتا ہے۔ وہ
 مجلس مریدوں اور صادق خاندان
 مندوں میں سے اعمال صالحہ اور
 پسندیدہ کردار کا حامل ہوتا تھا۔
 ظاہر ہے کہ مولوی صاحب موفو
 کے صفت ہستی سے اٹھ جائے گی
 وجہ سے علم و عمل کی ولایت اور
 زہد و تقویٰ کی ناطقہ و پیمانہ
 گئی ہے اور ان میں سے ہر ایک
 فاتحہ رخصت پڑھ کر ہی لامکان
 ہو گیا۔

مردا شتہ در طلقہ کردیال رسایت تہ
 آہ! ہزار آہ زیادتی حوائیت تہ
 از لجام ہائے رنگارنگ امانہ ہر آلود
 و خوش است شیریں و خوش نشہ چیر
 مرگ حسرت آموزد یا غنہ است
 شہد شہادہ پرفتنہ لیکن از یاد موم
 قد پشورہ و باغیت روح پرور
 فرزت افرا مگر از لطمہ نتران افروز

یارب! کیا فرشتوں اور ملائکہ
 باشندوں کو ایمان و اسلام کی تعلیم
 کی ضرورت تھی کہ جن کی رہنمائی اور تہدیب
 کے لئے اس بحر معرفت کو دیا
 بلا گیا؟ یارب کیا فرشتوں کا نمبر
 و عدد صاف تو واضح بیان فرمائیے
 ناہمیں سے عالی ہو گیا تھا کہ علم و ہنر
 کا اس کا ان کو اس پر لیا کر بٹھلا دیا گیا
 ہے؟ یارب کیا پالائشیں توی اور آسانی
 فرشتوں کو تقریر و پذیرائی کی آرزو
 تھی کہ اس پاک گوہر عالم کو فرشتوں سے
 الگ کر کے ہمیشہ کے لئے عرشوں
 سے وابستہ کر دیا ہے۔؟ یارب
 کیا فرشتوں کی معرفت کی باریکیوں
 کی تحقیق کا دریائے عشق جو ششہاں
 آگیا تھا کہ ان کی خاطر اس آسمان
 نفل و کمال کے آفتاب کو دنیا کی ہم
 سے اٹھا کر فرشتوں کے حلقہ میں
 پہنچا دیا۔ آہ! ہزار آہ! دنیا ایک
 دسترخوان ہے جو رنگارنگ مگر ذمہ
 آلود کھانوں سے بھرا ہوا ہے۔ اور
 ایک شیریں اند پر نشہ خواب ہے

جن کی تعبیر حسرت آموز موت ہے، اللہ
ایک خوش ناما اور بے نقصا باطن ہے مگر فنا
کی لہر سے ہر مردہ ہونے والا۔ لہذا روح
پروردگار اور فرحت افزا نہیں ہے جو خزانہ
اشمسے مرجھا گیا ہے۔

نظم

تہ مردہ است قاسم جہاں مردہ شد
گل تازہ از باطن افسردہ شد
یک شمع محلی شد جہاں شد سیاہ
بہ ابر فنا رفت خشنندہ باہ
فناست ہر چیز موجود را
بقا ہست بس رب معبود را
خدا را بقا، دہمہ رافنا
بجز او کے رانہ ہا شد بقا
ہر آن کس کہ جاں زندہ داد بہ تن
محل خوشش نہا ہست آن دہمہ تن

صفت تاسم نہیں مرا بلکہ سارا جہاں مر گیا ہے۔ باطن کا ایک تازہ پھول مرجھا گیا ہے۔ ایک شمع
کیا گل ہوئی کہ جہاں ہی سیاہ ہو گیا ہے۔ فنا کے بادلوں میں روشن چاند چو پ گیا ہے۔ ہر
موجود چیز کے لئے فنا ہے۔ بس اب مینو کے لئے صفت بقا ہے خدا باقی ہے۔ باقی سب فنا ہے
اس کے سوا کہ کئے بقا نہیں ہے۔ جو شخص زندہ جان ملک میں رکھتا ہے وہ چین کا ایک خوش پھول ہے

اس جگر سوز غم، اور سینہ ہونے کا دہلے
ہا سے دلوں پر ایسا پروردگار کا کھینچ

اس غم جگر سوز و دلہنہ سینہ دوز
پروردگار کی برہنہ دہلے ما

کشیہ کہ وہاں گزند لٹہ نیت و
 ایں تیرا لم دل نکلا ز پیلو ہم مردوں
 سو گزشتہ کہ از در واد جہ زلم
 کے را خنجر سوز۔ افوسں برا فوسں
 ست کہ شمع جہاں افروز در تاریکی
 از بزم دین و اسلام بہ طرفۃ العین
 بمرور قسم بیہودی علم و فضل از
 جہمیدہ کائنات بہ کز تک فتا بہ چشم
 زدک برو، ازیں آتش اندوہ نژد
 خشک کہ داشتیم ہمہ را بوجہ ختم واز
 خدنگ آہ و دناک سینہ ہفت
 وزنی افلاک را دو ختم، دنا فہ ہائے
 زنگ منام افروز ہر تمنا د آرزو
 را در جہریاس ما کستر کردم و بساط
 خودی و خودداری از ایوان اندنہ
 خود در نور دیدم، و بیروہ تیگنوں بر
 چہرہ عروس ہتی فرو انداختم،
 دلوائے ماتمی در میدان زندگی بلند
 افرا ختم۔ درینج بردینج است
 کہ بزم بازان بر فاست ویندے
 غری و ساغر ابساط بر سنگ جفا
 بشکت و رۃ ٹنگا لک۔ خود

رکھا ہے جس میں کسی اندیشہ کا
 گذر نہیں ہے احلاس و لنگار بیخ
 کا تیرا پہلو کے پار ہو گیا ہے جس
 کی ٹیس کی ٹہر میرے دل کے سوا کسی
 نہیں ہے۔ افوسں! افوسں!
 کہ تاریکی میں جہاں کو روشن کرنے
 والی شمع دین و اسلام کی بزم سے
 پل بھر میں بجھ گئی اور علم و فضل
 کی بہترین تحریر قلم کے علم سے
 پلک جھپکنے میں صغیر کائنات سے
 محو کر دی گئی ہے غم کی اس آگ
 نے جو خشک و تر میرے پاس
 تقاسب پھونک دیا آہ و درد
 ناک کی سوزش سے ساتوں سماں
 کے سینہ کو میں نے سی دیا ہے
 خودی اور ہر تمنا اور آرزو کے
 دماغ کو معطر کرنے والی خشک
 کی تھیلیوں کو یاس و ناامیدی
 کی بھیٹی میں جلا کر لاکھ کر چکا ہوں
 اور خودداری کی بساط دروں
 پیٹ کر رکھ دی ہے۔ وجود
 کی دہن کے رخسار سے تیگنوں

بستہ از بازار کون و فساد
برفت و اما تہلپے یار و ہوا
دریں دشت پر قلہ کہ نامش
زندگی ست بگذاشت و نہال
خوش شمر عزم خود یاد در چمن
فردوس بکاشت۔

یار ب بر ما و برگزندگان کہ از
پیش ما در گذشتند رحم کن
و غم من معیت را در برق جہاں
سود آہ نیم شبی شیکو بیوز چشم
را آن سیلاب پر جوش وہ کہ
ہمہ نفس و خاشاک بزہ و عقیقہ
را فرا برد، و گمردندامت و نجابت
را از چہرہ سیاہ ما بشوید۔

بیا مر ز یار ب مرا میں بندہ را
تو آمر ز گارا است من زشت کلا

پروہ اتار زندگی کے میدان میں
ما تہی جھنڈا بلند کئے ہوئے ہوں
افسوس! صد افسوس! کہ بزم یازاں
بر فاست ہو گئی اور مسرت کی مینا
اور خوشی کا ساغر قلم کے پتھر سے
چکنا چور ہو گیا اور جماعت عکساراں
اپنا سامان اٹھا کر اس دنیا سے رخصت
ہوا۔ اور میں اس دشت پر قاریں
جس کا نام زندگی ہے بے یار و مددگار
چھوڑ گیا ہے اور اپنے ادا سے کے
اچھے پہلدار درخت کو چمن فردوس
میں جا کر بودی ہے۔

یار ب ہم پر اور ہمارے اسلاف
پر رحم فرما۔ ادا آہ نیم شبی کی برقی
جہاں سونے خمر من معیت کو
پوری طرح پھونک دے۔ اور
آنکھ کے چشمہ میں وہ جوش سیلاب
عطا فرما کہ گناہ و معصیت کے سارے
خس و خاشاک کو پہلے جلتے اور
ندامت و شرمندگی کی گمرد کو ہمارے
سیاہ چہرے سے دھو دے
ندامت مدہ این سرا نکتہ را

حکیم عبدالرحمن حشر نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ سفید سوئی جس کا عنوان ہے۔
حکایات مختلف فوائد خیر بہت آمیزہ میں بھی حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کیا ہے۔
کہتے ہیں۔

شیرینۂ فضل و کمال بوسے دلاؤ
گلزارِ عشق اینرود و الجلال۔
شمعِ شہتالِ طریقت و شریعت
مہرِ سپہرِ حقیقت و معرفتِ عالم
کامل و درجہ و ستارہ شکرِ حاتم
جناب مولوی محمد قاسم صاحب نولتہ
مرفوعہ از گزیدہ علماء و سنجیدہ
فضلا و قصبہ نانوتہ بودہ است
و منازلِ علوم گوناگون و نشیب و
فرازہ روز فنونِ بوقلموں، بقدم
ہمت و نیرو سے شرتابِ خدا داد
نیکی و سمودہ بود۔ اور اکانِ علوم
و مخزنِ فنون باید گفت آنچه در
توصیفِ دانشی اندیشہ بر نگارو
بجا است و ہر قدر کہ تعریفش ہرگز
آید زیبا است بر اسرارِ تصوف
و صفائے باطنی از فیض و رہنمائی
حاجی امداد اللہ صاحب عبور وافر
داشت و در میدانِ روح و تقویٰ

فضل و کمال کے شیر عشقِ اہل کے
گلزار کی بوسے دلاؤ و طریقت
شریعت کی رات کے شمع
حقیقت و معرفت کا آفتابِ عالم
کامل بخشش و سخاوت میں رشک
حاتم جناب مولوی محمد قاسم صاحب
نور اللہ مرقدہ۔ قصبہ نانوتہ کے
برگزیدہ علماء اور سنجیدہ فضلاء
سے ہوئے ہیں گوناگون علوم کے
منازل اور بوقلموں فنون کے
نشیب و فراز کے روز انکی ہمت
اور خدا داد طاقت کی بدولت طے
ہو سکے تھے۔ ان کو معدنِ علوم
اور خزائنِ فنون کہنا چاہیے ان کی
توصیف کا تب فکر جو کچھ لکھ سکے
بجائے اور جتنی بھی ان کی تعریف
کی جاسکے درست ہے۔
حاجی امداد اللہ صاحب کے فیض
و رہنمائی سے وہ تصوف اور

لوئے انالاغیسری می افراشت
 تابش زمین و کاش درخشاں تر
 از برقی خافت بود و تقریر و پندیر
 ہرگونہ مشکلات علمی و حکمی را کاشفت
 آنچه در ہمہ عمر دیدہ و شنیدہ بود ہمہ
 محفوظ خاطر بود سینہ اورا نمود لوح
 محفوظ باید گفت و لائی آبدار اندازد
 و نصیحتش را در رشتہ جاں باید
 سفت از بس شیریں کلام و غیب
 البیان بودہ و گوئے سبقت از
 ہمہ علمائے موجودہ زمان رہودہ
 بتاریخ پنجم جمادی الاول ۱۳۴۷ھ
 یکہزار و دو صد و ہفت و نہ ہجری
 از میں کارگاہ کن فیکون رخت
 ہستی برداشتہ را ہی ملک جاوید
 شد نا دگاہ نانو تہ و آرام گاہ واپس
 قبہ دیو بنیاد است -

صفا باطن کے اسرار پر کاش عبور
 رکھتے تھے۔ میدان دعوت و تقویٰ میں
 وہ بے مثال فرماتے۔ ان کی ذکاوت
 و ذہانت کی روشنی بجلی سے بھی زیادہ
 درخشاں اور ان کی تقریر و لپیڈ علم
 حکمت کی ہر قسم کی مشکلات حل کر کے
 رکھ دیتی تھی۔ ساری عمر جو کچھ دیکھا
 سنا سب ان کو محفوظ تھا ان کے
 سینہ کو لوح محفوظ کا نمونہ کہنا چاہیے
 ان کے دعا و نصیحت کے آبدار بوتلیں
 کو رشتہ جانی میں پرونا چاہیے۔ وہ
 انتہائی شیریں کلام اور خوش بیان تھے
 اپنے زمانہ کے تمام معاصر علماء سے گوئے
 سبقت لگتے تھے۔ ۵ جمادی الاول ۱۳۹۷ھ
 کو ۱۰۵ اس دنیا سے فرت سفر پانڈہ کر راہی
 ملک بقا ہوئے۔ ان کا پیدائشی وطن نانو تہ
 اور دائمی خواب گاہ دیوبند ہے۔